احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۱۴۷ | منگل - ۲۴ - محرم - ۱۴۱۵ھ ۵ وفا ۱۳۷۳ ہش ۵ - جولائی ۱۹۹۴ء

خدا تعالیٰ کے احکام کی قدر کرنا ہی فرمانبرداری ہے

فرمانبرداری کا معیار ہے کہ ایک طرف انسان کے نفسانی جذبات کچھ چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کچھ اور۔ اب دیکھیں کہ آیا خدا تعالیٰ کے احکام کو انسان مقدّم کرتا ہے یا اپنے نفسانی اغراض کو۔ اسی طرح رسم و رواج، عادات، کسی کا دباؤ، حب جاہ و رعایت قانون قوی ایک طرف کھینچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایک طرف۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف جھکتا ہے یا اس پر دوسرے امور کو ترجیح دیتا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی قدر کرتا اور ان کو مقدّم کرلیتا ہے تو یہی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

دیکھو! مذہب تو ایک عام لفظ ہے۔ اس کے معنے چلنے کی جگہ یعنی راہ کے ہیں اور یہ دین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے علوم و فنون طبقات الارض، طبعی، طبابت، ہیئت وغیرہ میں بھی ان علوم کے ماہرین کا ایک مذہب ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو چارہ ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ تو انسان کے لئے لازمی امر ہے۔ اس سے باہر ہو نہیں سکتا۔ پس جیسے انسان کی روح جسم کو چاہتی ہے۔ معانی الفاظ اور پیرایہ کو چاہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو مذہب کی ضرورت ہے۔ ہماری یہ غرض نہیں ہے اور نہ ہم یہ بحث کرتے ہیں کہ کوئی اللہ کہے یا گاڈ کہے یا پرمیشر ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ جس کو وہ پکارتا ہے اس نے اس کو سمجھا کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی نام لو، مگر یہ بتاؤ کہ تم اسے کہتے کیا ہو؟ اس کے صفات تم نے کیا قائم کئے ہیں؟ صفات الٰہی کا مسئلہ ہی تو بڑا مسئلہ ہے۔ جس پر غور کرنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد اول ص ۴۶۴)

والدین سے احسان کا سلوک کرنے میں ہی بہتری اور بھلائی ہے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

ماں باپ کبھی بھی بچوں سے مستغنی نہیں ہو سکتے لیکن بچے ماں باپ سے مستغنی ہو سکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، پیچھے رہ گئے چھوڑو پرے ہماری زندگیاں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کا بوجھ محسوس کرتے ہیں پس وہ لوگ جو ماں باپ کی ان قربانیوں کو بھول جاتے ہیں جو چاہے وہ اپنے نفس کی تسکین کی خاطر ہی کرتے ہیں مگر بہر حال قربانیاں ہیں اور بعد کی خدمتوں کو بھول جاتے ہیں ان کو توجہ دلائی کہ تم اگر احسان مند نہیں ہونا چاہتے تو احسان کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری خاطر تکلیفیں بہر حال اٹھائی ہیں چنانچہ ماں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو کتنا عرصہ (-) ایک تکلیف کے بعد دوسری تکلیف اٹھاتے ہوئے تمہیں ماؤں نے اپنے پیٹوں میں پالا ہے اور یہاں تک کہ تمہاری پیدائش ہوئی۔ پھر اس کے بعد تمہارے لئے تکلیفیں اٹھاتی رہیں۔ تو اللہ احسان کا انکار نہیں فرما رہا۔ بلکہ ایک نفسیاتی انداز ہے گفتگو کا جو بہت ہی گہرا اور انسانی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے بجائے یہ کہنے کے کہ اے بچے ارے لڑکے! تو اپنے ماں باپ کا احسان یاد کر اور وہ بدلے اتار، امر واقع یہ ہے کہ ماں باپ کے احسان کے بدلے اتر ہی نہیں سکتے۔ نہ خدا کے احسان کے اتر سکتے ہیں۔ فرمایا اگر تو بوجھ محسوس کرتا ہے تو احسان کر کیونکہ اسی میں تیری بہتری اور تیری بھلائی ہے اور یہ سارے احسانات جن کا بعد میں ذکر آئے گا یہ اللہ کے احسان کی یاد میں ہی کئے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بے شمار احسانات ہیں ان کا بدلہ خدا سے تو آپ اتار نہیں سکتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں پر احسان کرو اگر تم احسان مند ہو اور یہ ہمیں خدا کا احسان اتارنے کی کوشش کرنے میں ایک رستہ بتا دیا۔

(از خطبہ ۱۳- مئی ۱۹۹۴ء)

نکاح

○ مکرم چوہدری حامد احمد صاحب مبشر مربی سلسلہ احمدیہ ابن مکرم چوہدری محمد سلمان اختر صاحب (حال جرمنی) کا نکاح ہمراہ محترمہ حمیرا ظفر صاحبہ بنت مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پہلی سکنہ چک نمبر ۹۸ شمالی حال سرگودھا سے مبلغ پچاس ہزار روپے مہر پر مکرم محترم مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر نے جامع بیت احمدیہ نیو سول لائنز سرگودھا میں مورخہ ۳- جون ۱۹۹۴ء کو پڑھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ نکاح ہر لحاظ سے فریقین کے لئے مبارک اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

دفتر صدر عمومی میں قابل فروخت گاڑیاں

○ شیراڈ ڈیزل ماڈل ۹۰ء ری کنڈیشن ۹۴ء بہت اچھی حالت میں۔

○ ٹویوٹا کرولا ماڈل ۱۹۷۶ء ری کنڈیشن ۷۹ء۔ خواہشمند دوست دفتر صدر عمومی سے رجوع کریں۔

(صدر عمومی)
لوکل انجمن احمدیہ ربوہ

اپنی دُعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر : آغاسیف اللہ- پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت : دار النصر غربی - ربوہ

قیمت
دو روپیہ

۵- وفا ۱۳۷۳ ھش ۵- جولائی ۱۹۹۴ء

سننے والا اور سنانے والا

شعراء اکثر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کی بے زبانی زبان بن جاتی ہے اور ان کی خموشی گفتگو کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ بعض لوگ اسے شاطرانہ طرز گفتگو کہتے ہونگے لیکن حقیقت یہ ہے بے زبانی واقعی زبان بن جاتی ہے اور خموشی گفتگو۔ البتہ یہ بات ہوتی ماحول کی نسبت سے ہے۔ یعنی بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات انسان خاموش رہ کر اپنے جذبات۔ اور خیالات۔ کا اس طرح اظہار کر دیتا ہے کہ اگر وہ بولتا تو شائد ایسے موثر رنگ میں بات پیش نہ کر سکتا۔ ایسا وجود میں آنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ خاموش رہنے والا یا کم بات کرنے والا خلوص کے ساتھ ایسا کرے اور سننے والا بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کا ارادہ رکھتا ہو۔

لوگ لمبے لمبے لیکچر سنتے ہیں اور ان لیکچروں کی داد بھی دیتے ہیں۔ لیکن یاد انہیں کچھ بھی نہیں رہتا اور ان پر اثر بھی نہیں ہوتا۔ شائد اسی لئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے لچھے دار تقریروں سے منع فرمایا ہے اور ان کی نسبت اچھے خیالات کا اظہار نہیں فرمایا۔ حضرت صاحب سادگی سے بات کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ تا کہ انسان کا مافی الضمیر واضح ہو سکے اور سننے والا پوری طرح سمجھ بھی سکے اور عمل کرنے پر بھی تیار ہو جائے۔

کم گوئی اور اثر اندازی کی تاریخ میں ایک مثال دی جاتی ہے اور وہ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطبہ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی فرماتے ہیں۔

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ گو تاریخی طور پر مجھے معلوم نہیں۔ مگر صوفیاء کہتے ہیں کہ خلافت کے پہلے دن جب آپ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو چند مسنون الفاظ پڑھ کر آپ بیٹھ گئے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ اس وقت ان کا اس طرح خموش بیٹھ جانا ہی خطبہ تھا گویا ان کی وہ جو خموشی تھی وہی خطبہ تھا۔ تو بعض اوقات خموشی بھی خطبہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اتنا اثر ہوتا ہے جو بڑے لیکچر کا نہیں ہوتا۔ دراصل خطبات کی بڑائی اور عظمت ان کی لمبائی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے جس سے سنانے والا سنائے اور سننے والا سنے۔ اگر سنانے والا اخلاص سے سنائے اور سننے والا قبول کرنے کے لئے سنے تو چھوٹی بات بھی بڑا اثر کرتی ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بڑے سے بڑا لیکچر بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا۔"

اس میں کیا شک ہے کہ سنانے والے کے دل میں بھی خلوص ہونا چاہئے اور سننے والا بھی سنی گئی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ اگر ہم اس بات پر غور کریں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہم پر لازم ہے کہ قبول کرنے کے لئے سنا کریں اور سن کر عمل کرنے کے ارادہ کو مضبوط کریں۔ یہ بات ہماری زندگیوں کو بدلنے اور بہتر بنانے کے کام آ سکتی ہے۔

مرا اصول یہی ہے کہ با اصول ہوں میں
کسی کے چہرے کا غازہ کسی کی دھول ہوں میں
ہر ایک میلی نظر مجھکو خار دیکھتی ہے
جو میرے دوست ہیں ان کی نظر میں پھول ہوں میں

ابو الاقبال

○

منجمد کر دو مرا وقت' کہ آگے نہ بڑھے
جو بلا آئے مری سمت' مرے سر نہ چڑھے

یوں تو میں شوق سے رہتا ہوں سفر میں لیکن
میری ہر راہ میں ہر گام پہ آتے ہیں گڑھے

زخم پر زخم تو ملتے رہے اُس کی رَہ میں
لیکن اس کا یہ کرم ہے مرے ناخن نہ بڑھے

ان کے شکوے سرِ افلاک پہنچ جاتے ہیں
مرے نالے مرے سینہ سے بھی آگے نہ بڑھے

غیر تو خیر سمجھتے رہیں مجرم مجھکو
مرے منصف نے بھی مجھ پر کئی الزام گھڑے

خود کو اوروں سے بڑا دیکھ کے خوش ہوتے ہیں
اور بڑا بننے کو ہو جاتے ہیں سیڑھی پہ کھڑے

میں نسیم ایسا پرندہ ہوں کہ لوٹ آؤنگا
کیا غرض ہے مجھے آندھی سے' چڑھے یا نہ چڑھے

نسیم سیفی

دوسروں کیلئے دعا کرنے سے عمر دراز ہوتی ہے

دوسروں کیلئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں ان کی عمر دراز ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا (جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔ الرعد-۱۸) اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جاسکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع

افکارِ عالیہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع فرماتے ہیں-

آج کا خطبہ بھی گزشتہ خطبات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں میں یہ سمجھانے کی کوشش کرتا چلا آیا ہوں کہ کس طرح نماز کے ساتھ ایک ذاتی تعلق پیدا کیا جائے اور کس طرح نماز کے مطالبہ میں ڈوب کر نماز سے لذت حاصل کی جائے اور وہ مقصد پالیا جائے جو نماز کی ادائیگی کا حقیقی مقصد ہے یعنی ایک ذریعہ ہے بندے کو خدا سے ملانے کا- پس جب تک ذریعے کا صحیح استعمال نہ ہو اس وقت تک ذریعہ اپنے مقصود کو پا نہیں سکتا- پس خدا تعالیٰ کا وصل' خدا تعالیٰ سے تعلق مقصود بالذات ہے اور نماز سے جتنا تعلق بڑھے گا' نماز کا جتنا عرفان بڑھے گا اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ کی ہستی سے تعلق بڑھے گا اور خدا تعالیٰ کا عرفان بڑھے گا اور نماز کے ذریعے آپ اپنی زندگی کے' اپنی پیدائش کے مقصد کو پاسکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نماز سے بے سوچے سمجھے گزرتے چلے جائیں تو تمام عمر کی نمازیں بھی اس عارف باللہ کی ایک نماز کے برابر نہیں ہو سکتیں جو ایک نماز سے گزرتا ہے مگر اس میں ڈوب کر' اس کو اپنا کر' اس کا ہو کر' اس میں سے نکلتا ہے- اسی لئے بعض دفعہ بعض کم فہم لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ایک ہی نماز ہوا کرتی ہے جو خدا سے ملا دیتی ہے اور صرف ایک ہی نماز کافی ہے- یہ ایک بالکل غلط اور جاہلانہ تصور ہے- بعض جو زیادہ عارف بننے کی کوشش کرتے ہیں اور صوفیانہ مزاج رکھتے ہیں یا نہیں مگر لوگوں کو دکھاتے ضرور ہیں- وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ بس زندگی کا ایک لمحہ کافی ہے وہ لمحہ جو خدا سے ملا دے- اور مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بس ایک لمحے کی ملاقات کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے چھٹی- حالانکہ ملانے والا لمحہ وہ لمحہ ہوا کرتا ہے جو ہمیشہ کے لئے وابستہ کر دے- جس کے بعد علیحدگی کا کوئی تصور نہ رہے- پس ایک نماز کا سوال نہیں ہے- سوال ایک ایسی نماز کا ہے جو آپ کا نماز کے ساتھ ایسا گہرا اور دائمی رشتہ باندھ دے' ایسا تعلق پیدا کر دے کہ جو پھر کبھی نہ ٹوٹے- محبت کے متعلق شعراء کہتے ہیں کہ ایک ہی نظر میں ہو جایا کرتی ہے مگر وہ ایک ہی نظر ایسی تو نہیں ہوا کرتی کہ دوبارہ محبوب کی طرف اٹھنے کی تمنا سے ہی محروم رہے- ایک نظر سے مراد یہ ہے کہ محبت جب ہو جائے تو پھر ہر نظر اپنے محبوب کی تلاش کرتی ہے اور یہی عرفان الٰہی اور وصل الٰہی کی حقیقت ہے- ایک دفعہ جب اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جائے جس کا نماز سب سے بڑا ذریعہ ہے تو پھر یہ تعلق دائمی ہو جایا کرتا ہے اور اس تعلق کی سچائی کا نشان ہی اس کا دوام ہے- اس لئے میں آپ کو مختلف پہلوؤں سے نماز کے مضمون پر غور کرنے کے طریق بتانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ہر شخص اپنے اپنے مزاج کے مطابق وہ طریق اختیار کرے اور عبادت کا صرف فریضہ ادا نہ کرے بلکہ عبادت کی لذت حاصل کرے اور عبادت کے پھل کھائے-

جب ہم صفات باری تعالیٰ کا ذکر سورۂ فاتحہ کے الفاظ میں کرتے ہیں تو اس کے بعد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کی دعا ہے- اس کا ایک مفہوم میں پہلے بیان کر چکا ہوں' اب ایک اور امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ چار بنیادی صفات بیان ہوئیں (تمام جہانوں کا رب بے حد کرم کرنے والا- بار بار رحم کرنے والا- جزا سزا کے وقت کا مالک) پس جب ہم ایاک نعبد کہتے ہیں تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں- تیرے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اپنے وجود کو تیرے حضور پیش کر دیتے ہیں- گویا آج کے بعد یہ وجود ہمارا نہیں تیرا ہو گیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم قدم بقدم تیرے پیچھے چلتے ہیں- جس طرح ایک غلام آقا کی پیروی کرتا ہے اور اپنی مرضی کا مالک خود نہیں رہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ مالک کی تصویر بن جائے- جیسا مالک کرتا ہے ویسا ہی وہ کرے تو اس کا نام بھی عبدیت ہے- پس عبدیت اور عبودیت' دو مفہوم عبد کے اندر پائے جاتے ہیں- جہاں تک دوسرے مفہوم کا تعلق ہے اس کو پیش نظر رکھیں تو نماز آپ کو روزانہ ایک پیغام بھی دے گی اور ایک محاسبہ بھی کرے گی- جب آپ کہتے ہیں: ایاک نعبد تو سب سے پہلے رب العالمین کی صفت آپ کے سامنے آکھڑی ہو گی اور آپ اپنے دل میں یہ سوچیں گے اگر سوچنے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کیا میں بھی رب بننے کی کوشش کرتا ہوں؟ کیا میری ربوبیت کا فیض بھی تمام جہانوں پر ممتد ہے یا ممتد ہونے کی کوشش کرتا ہے؟ یہ ایک سوال اتنا گہرا اور وسیع سوال ہے کہ اس کے حقیقی جواب تلاش کرنے میں بھی مدتیں درکار ہیں اور اس کو مختلف جگہوں پر باری باری اطلاق کرتے ہوئے پھر اس کا الگ جواب حاصل کرنا ایک بڑی محنت کا کام ہے مگر ایک بہت ہی دلچسپ سیر ضرور ہے-

جب انسان کسی ذات کو رب العالمین تسلیم کرتا ہے اور ساتھ یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ ایک قابل تعریف بات ہے- (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے- جو تمام جہانوں کا رب ہے) رب العالمین ہونا کوئی برائی کی بات نہیں بلکہ ہر پہلو سے قابل تعریف ہے بلکہ تمام حقیقی تعریفوں کا مستحق رب العالمین ہے تو اگر آپ رب العالمین بننے کی کوشش نہیں کرتے تو آپ جھوٹے ہیں- یہ منہ کی تعریف محض ہونٹوں سے نکلی ہوئی تعریف ہے اور دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ جو چیز آپ کو پسند آئے آپ ویسا ہونے کی کوشش کرتے ہیں- پس رب العالمین کہہ کر' رب العالمین کا تعلق حمد باری تعالیٰ سے باندھ کر ہر سچے عبادت کرنے والے پر فرض ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل کی آرزو بن جاتا ہے کہ وہ ویسا بننے کی کوشش کرے- اب رب العالمین کا مضمون تو بہت ہی وسیع ہے لیکن اپنے گردوپیش سے اگر آپ شروع کریں تو اس کا اطلاق نسبتاً آسان ہو جاتا ہے- بعض لوگ اپنے بچوں کے لئے ربّ ہوتے ہیں لیکن دوسرے کے لئے نہ صرف یہ کہ ربّ نہیں ہوتے بلکہ ربوبیت کے برعکس اثر دکھاتے ہیں- ماں اگر بچوں سے پیار کرتی ہے تو وہ بھی ایک ربوبیت کا مظہر ہے لیکن وہ ربوبیت خدا کی نظر میں قابل تعریف نہیں ٹھہرتی یا قبولیت کی مستحق قرار نہیں پاتی جب وہی ماں اپنے سوتیلے بچوں سے ظلم کر رہی ہوتی ہے- جب دوسرے بچوں سے اس کا منفی سلوک ہوتا ہے تو وہیں رب العالمین کا مضمون منقطع ہو جاتا ہے- ایسی ربوبیت جو محدود دائرے سے تعلق رکھتی ہو اس وقت تک قابل قبول ہے جب دائرہ وسیع ہو تو تب بھی ربوبیت جاری رہے اور منقطع نہ ہو جائے- لیکن ماں کی اپنے بچوں سے محبت اسی وقت ربوبیت کی تعریف سے باہر قدم نکال دیتی ہے جبکہ ماں کے تعلقات دوسرے بچوں سے اور دوسرے بنی نوع انسان سے منفی صورت اختیار کر لیتے ہیں- یہ ایک چھوٹی سے مثال ہے مگر اس کو آپ انسانی دائروں پر پھیلائیں تو آپ کے لئے اپنا جائزہ لینا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے- جب بھی آپ کسی سے تعلقات قائم کرتے ہیں تو وہ ایک لمحہ اپنے نفس کی اندرونی حالت کو جانچنے کا ہوتا ہے- تعلقات کس قسم کے قائم ہو رہے ہیں' کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا ان تعلقات میں ربوبیت کا کوئی عنصر ہے بھی کہ نہیں؟ یہ وہ سوال ہے جو آپ کے تعلقات کو وضاحت سے کھول کے آپ کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور جب بھی تعلقات کروٹیں بدلتے ہیں اور لاشعوری حالت سے شعور میں ابھرتے ہیں تو وہ وقت بھی ایسے ہوتے ہیں جب آپ اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ آپ واقعتہ "رب العالمین بننے کی کوشش کرتے ہیں کہ نہیں- بعض تعلقات جاری و ساری ہیں اور وہ ایک قسم کے لاشعور میں رہتے ہیں- مثلاً اپنے ماحول سے' گردوپیش سے' جانوروں سے تعلقات' یہ اگرچہ دبے ہوئے تعلقات ہیں لیکن۔ ہیں سہی- کیونکہ جس کائنات میں ہم سانس لے رہے ہیں یہاں لازماً ہمارے اس سے تعلقات ہیں- ایک بچہ چھوٹی سی بندوق لے کر شکار پر نکلتا ہے اور جب وہ شکار کرتا ہے تو اس کا جانور سے ایک قسم کا تعلق قائم ہوتا ہے- یہ لاشعور سے شعور میں ابھر آتا ہے- اس وقت اگر وہ شکار کرتا ہے اور ربوبیت پر نظر رکھتے ہوئے ان معنوں میں خدا کی حمد کرتا ہے کہ مالک وہی ہے اور رب بھی وہی ہے اس نے ہر شخص کے رزق کے انتظام فرمائے ہوئے ہیں اور میرا جو اس جانور سے تعلق ہے بظاہر میں شکاری ہوں لیکن یہاں خدا کی ربوبیت میرے لئے جلوہ دکھا رہی ہے جس طرح اس پرندے کے لئے اس نے اس وقت جلوے دکھائے جب یہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کا شکار کر کے خدا کی ربوبیت کے مزے چکھتا تھا تو ربوبیت کا مضمون بظاہر اس صورت سے متصادم ہونے کے باوجود ایک نئی شکل میں آپ کے سامنے ظاہر ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ ایک پہلو سے رب بنتا ہے اور دوسرے پہلو سے بظاہر ربوبیت کی نفی ہو رہی ہوتی ہے- ایسی صورت میں ایک بنیادی قانون ہے جو ہمیشہ کار فرما ہے اور وہ یہ ہے کہ بہتر کے لئے ادنیٰ کو قربان کیا جائے گا- یہاں ربوبیت ایک اور رنگ میں آپ کے سامنے ابھرتی ہے مگر وہی بچہ جب آگے بڑھتا ہے اور ایک ایسے جانور کو جو خدا نے خوبصورتی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کے کھانے کے کام نہیں آسکتا یا ایسے جانور کو جو خدا تعالیٰ نے صفائی کے لئے مقرر فرمائے ہوئے ہیں یا اور مقاصد کے لئے پیدا کئے ہیں' ان کو محض مارنے کی نیت سے مارتا ہے تو یہاں ربوبیت سے وہ اپنا تعلق توڑ لیتا ہے اور واضح طور پر ربوبیت کی حدود سے باہر قدم رکھتا ہے- بظاہر ایک ہی فعل ہے یعنی جانور سے تعلقات کے دوران کسی جانور کو ذبح کرنا یا شکار کرنا اور کسی جانور کی جان بخشی کرنا- لیکن یہ ایک فعل نہیں رہتے جب آپ ان افعال کو مختلف حالات میں ربوبیت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے ہیں- پھر جانور جو ضرورت مند ہیں' جو مصیبت میں مبتلا ہیں ان کے لئے آپ نے مغربی قوموں میں خاص طور پر ربوبیت کے جذبے دیکھے ہوں گے جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں نسبتاً کم پائے جاتے ہیں تو ایک ہی چھوٹی سے مثال سے جو رستہ کھلتا ہے وہ ایک لامتناہی سفر بن جاتا ہے- انسان کے گردوپیش سے تعلقات میں بے شمار قسم کے تعلقات ممکن ہیں اور ہر تعلق میں جب آپ آگے قدم بڑھاتے ہیں یا نئے تجارب حاصل

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رحمت اللہ شاکر

دین کی راہ میں شدائد کی برداشت

(۱) حضرت عمارؓ کے والد یاسرؓ بن عامر یمن سے آکر مکہ میں آباد ہوئے تھے ان کے حلیف ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سمیہ کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ جب مکہ میں آفتاب رسالت طلوع ہوا تو یہ تینوں بزرگ ابتدائی ایام میں ہی قبول صداقت کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت عمار اس وقت عمر کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۰، ۳۵ ہی تھی کہ باپ ماں اور بیٹا مسلمان ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکہ کے ذی وجاہت مسلمان بھی قریش کی ستم رانی سے محفوظ نہ تھے تو اس غریب الوطن خاندان کا کیا حال ہو گا۔ بنی مخزوم نے اس خاندان کو سخت مظالم کا تختہ مشق بنایا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان بیچاروں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ اور ایسی وحشت و بربریت کا ثبوت دیا کہ آج بھی اس کا ذکر آنے پر انسانیت کی جبین عرق ندامت سے تر ہو جاتی ہے۔ دنیا میں سنگین سے سنگین جرائم پر اتنی شدید سزا کی مثال شائد ہی تاریخ پیش کر سکے جو ان بے بس اور بے کس لوگوں کو محض اسلام قبول کرنے پر دی جاتی تھی۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت عمار کی والدہ کو ابو جہل نے شرمگاہ میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ لیکن یہ انجام دیکھنے کے باوجود بھی وہ مستقل رہے۔ اور ان کے قلوب میں نور ایمان کی جو شمع روشن ہو چکی تھی مظالم کی شدید ترین آندھیاں اور جبر و ستم کے بے پناہ طوفان اسے گل نہ کر سکے۔ حضرت یاسر بھی بوجہ ضعیف العمری ان شدائد سے جانبر نہ ہو سکے اور انتقال فرما گئے۔ حضرت عمار کو قریش دوپہر کے وقت انگاروں پر لٹاتے۔ پانی میں غوطے دیتے۔ ایک مرتبہ انہیں انگاروں پر لٹایا جا رہا تھا۔ کہ آنحضرت ﷺ کا اس طرف سے گزر ہوا آپ نے حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا

یا نار کونی بردًا و سلامًا علٰی عمار کما کنت علٰی ابراھیم (اے آگ تو عمار پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث ہو جا جیسے تو ابراہیم پر ہوئی تھی)۔ اچھا ہونے کے بعد آپ کی پیٹھ پر زخموں کے نشانات باقی رہے۔ لیکن ان پیہم صدمات اور ان تکالیف کے باوجود جو خود حضرت عمارؓ کو دی جاتی تھیں۔ ان کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اور وہ نہایت پامردی سے اس پر قائم رہے ایمان ان کے نزدیک دنیا کی ہر چیز بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ قیمتی چیز تھی۔ جس کی حفاظت وہ ہر چیز سے ضروری سمجھتے تھے۔

(۲) حضرت بلالؓ نے عالم جوانی میں اسلام قبول کیا۔ مگر آپ غلام تھے اس زمانہ میں عرب کے غلام جو حیثیت رکھتے تھے۔ وہ تاریخ دان اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔ کسی غلام کا اپنے آقا کی مرضی کے خلاف ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کرنا بھی گویا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔ اور پھر اسلام کا قبول کرنا جسے مٹا دینے کے لئے کفار کی تمام طاقتیں وقف تھیں کوئی آسان بات نہ تھی۔ امیہ بن خلف آپ کو چلچلاتی دھوپ میں جبکہ مکہ کی زمین آگ اگل رہی ہوتی۔ گرم ریت پر لٹاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ تا آپ حرکت نہ کر سکیں۔ اور کہتا کہ توبہ کرو ورنہ یونہی سسک سسک کر جان دینی ہو گی۔ مگر آپ کی زبان سے عین اس حالت میں بھی احد احد کی آواز نکلتی تھی۔ یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۳) حضرت خباب بن ارت کو بھی طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مشرکین انگارے دھکاتے اور مجھے ان پر لٹا دیتے۔ اور اس پر بھی جب ان وحشیوں کا شوق ستم رانی پورا نہ ہوتا تو ایک شخص سینہ پر سوار ہو جاتا۔ کہ جنبش نہ کر سکوں۔ اور اس طرح اس وقت تک مجھے لٹائے رکھتے۔ جب تک کہ جسم سے رطوبت نکل نکل کر آگ کو سرد نہ کر دیتی۔ لیکن یہ مرد مجاہد آئے دن کی ان مصائب کے باوجود اپنے ایمان پر مستقل رہا۔ اور کسی مداہنت سے کام لے کر بھی ان تکالیف سے نجات حاصل کرنے کا خیال دل میں نہ لاتا۔

(۴) حضرت عمر نے اسلام لانے سے قبل اپنی بہن اور بہنوئی حضرت سعد بن زید کو اس قدر مارا کہ ان کے چہرے سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ مگر ان کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اور آخر ان کا استقلال حضرت عمر کو اسلام میں داخل کرنے کا موجب ہوا۔

(۵) حضرت ابو جندل بن سہیل مکہ میں ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے اور ان کے والد نے ان کو قید میں ڈال دیا بیڑیاں پہنا دیں اور کئی برس تک انہیں مقید رکھا۔ اس قید پر قناعت نہ کرتے ہوئے انہیں اس قدر زدو کوب کیا جاتا کہ بدن پر نشان پڑ جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے شرائط طے کرنے کے لئے یہی سہیل دربار رسالت میں آیا تھا۔ ابھی اس شرط پر بحث جاری تھی کہ قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر آئے گا۔ اسے قریش کے پاس لوٹا دیا جائے گا۔ کہ حضرت ابو جندل اسی طرح پابجولاں کسی نہ کسی طرح کفار کی نظروں سے بچتے ہوئے وہاں آپہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی ان کے والد نے کہا کہ ابو جندل کو واپس کر دیا جائے۔ اور اس کے بغیر شرائط صلح طے کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو چونکہ معاہدات کا بہت خیال تھا۔ آپؐ نے ابو جندل کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے چاہا کہ یہ فیصلہ نہ ہو۔ اپنی مصیبتوں کا نہایت دردناک الفاظ میں ذکر کر کے آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کرام کے جذبات رحم کو اپیل کیا۔ صحابہؓ بھی اپنے بھائی کی حالت کو دیکھ کر بے تاب و بے قرار ہوئے جاتے تھے۔ اور کسی حالت میں انہیں واپس بھیجنا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ اپنے بھائی کو مصیبتوں سے نجات دلانے کے لئے اپنی جان قربان کر دیں۔ ان کی تلواریں نیاموں میں تڑپ رہی تھیں مگر آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے سامنے کسی کو دم مارنے کا حوصلہ نہ تھا۔ اس لئے خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہ گئے۔ حضرت ابو جندلؓ کی اپیل پر آپ نے صرف یہی فرمایا کہ صبر سے کام لو۔ اور واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ آپ نہایت خاموشی سے واپس چلے گئے۔ اور پھر انہی مصائب میں گرفتار ہو گئے۔ لیکن پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔

(۶) معرکہ احد کے بعد چند لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تعلیم دین کے لئے چند معلمین ہمارے ساتھ بھیجے جائیں۔ آپ نے ستر مشہور قاری ان کے ساتھ روانہ کئے۔ جن میں سے ایک حضرت حرام بن ملحان تھے۔ جب یہ مقدس قافلہ منزل کے قریب پہنچا۔ تو حضرت حرام نے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ ٹھہریں۔ اور میں پہلے جا کر ان لوگوں کا حال دیکھتا ہوں چنانچہ آپ ان کے قبیلہ میں پہنچے۔ اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر تقریر شروع کی۔ ان بدبختوں کی نیت پہلے ہی بد تھی۔ چنانچہ آپ تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے پیچھے سے اس زور سے نیزہ مارا۔ کہ ایک پہلو کو توڑتا ہوا دوسری طرف نکل گیا جب جسم سے خون کا فوارہ چھوٹا تو حضرت حرام نے اس سے چلو بھر کر مونہہ اور سر پر پھیرا اور فرمایا

فزت و ربّ الکعبہ

یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ آپ کے ساتھیوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ بھی پہنچے اور لڑ کر شہادت حاصل کی۔

بناء کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(۷) دین کی راہ میں صحابہؓ تکالیف کو جس قدر خوشی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک غزوہ میں سب کے پاس صرف ایک سواری تھی سفر لمبا تھا اور اکثر پابرہنہ تھے۔ چلتے چلتے بعض کے پاؤں میں زخم ہو گئے۔ بعض کے ناخن گر گئے۔ زخموں کی وجہ سے صحابہ نے پاؤں میں چیتھڑے لپیٹ رکھے تھے۔ اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ہی ذات الرقاع پڑ گیا۔

(۸) غزوہ احزاب میں صحابہؓ کے پاس سامان رسد اس قدر کم تھا۔ کہ ایک ایک مٹھی جو اور تھوڑی سی چربی پر ہر ایک گزارہ کرتا تھا۔

(۹) ایک غزوہ میں سامان رسد کی اس قدر قلت تھی کہ صحابہؓ کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر پانی پی لیتے تھے۔

(۱۰) ایک غزوہ میں صحابہؓ کو فی کس ایک کھجور ملتی تھی۔ جس کو وہ بچوں کی طرح چوس چوس کر کھاتے اور پانی پی لیتے تھے۔ اس کے علاوہ درختوں کے پتے جھاڑ لاتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔

(۱۱) حضرت مصعب بن عمیر مکہ کے ایک مالدار گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ اور اس لئے اس قدر ناز و نعم میں پرورش پائی تھی کہ مکہ میں اس لحاظ سے کوئی ثانی نہ رکھتے تھے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خوراک کھاتے تھے۔ نہایت بیش قیمت خوشبوئیں اور عطریات استعمال میں لاتے تھے۔ غرضیکہ نہایت آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اپنے کھانے پینے اور پہننے کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ایک عرصہ تک تو اسے پوشیدہ رکھا آخر ایک روز ایک مشرک نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اور آپ کی ماں اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو خبر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔

آپ ایک عرصہ تک قید و بند کے مصائب نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور موقعہ ملنے پر ترک وطن کر کے حبشہ کی راہ لی۔ اس قدر پُر تکلف زندگی کے عادی نوجوان کو قید اور غریب الوطنی میں جس قدر مصائب کا سامنا ہو سکتا ہے ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایمان نے دل پر ایسا اثر کر رکھا تھا۔ کہ کسی مصیبت نے ان کو مغلوب نہیں کیا۔ اور پائے استقلال میں کبھی ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔

(۱۲) حضرت ابو فکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور اسلام کی بدولت سے مالا مال کیا۔ صفوان اور دوسرے کفار ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر زمین پر لٹا دیتے۔ اور اوپر وزنی پتھر رکھ دیتے تھے۔ تاکہ حرکت نہ کر سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کا دماغ مختل ہو جاتا۔ سفاک ان کے پاؤں میں رسہ باندھتے۔ اور گرم زمین پر

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محترم ماسٹر عطا محمد صاحب

حضرت مولانا وزیر الدین صاحب

میرے محترم چچا حضرت مولوی وزیر الدین صاحب کیریاں ضلع ہوشیار پور کے باشندہ تھے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اولین رفقاء میں سے تھے۔ چنانچہ انجام آتھم میں جہاں حضرت صاحب نے اپنے ۳۱۳ رفقاء کی فہرست درج فرمائی ہے اس میں ان کا نام نمبر ۹ پر درج ہے۔

آپ نے ایس۔ وی کا امتحان سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے پاس کیا۔ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ مطبع مفید عام پریس لاہور والے آپ کے کلاس فیلو تھے۔ آپ ۱۸۸۵ء میں مڈل سکول بھجانپور ٹیرہ ضلع کانگڑہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ان دنوں کیریاں کے ورنیکلر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر سید غلام محمد شاہ صاحب ہوا کرتے تھے۔ محترم سید محمد اشرف صاحب کے والد بزرگوار تھے۔ موسمی تعطیلات میں کیریاں تشریف لائے تو حضرت شاہ صاحب سے اکثر ان کی صحبت رہا کرتی تھی اور چچا جان کی دور بین نگاہ نے قبل از دعویٰ حضرت بانی سلسلہ بھانپ لیا تھا کہ زمانہ کسی ربانی مصلح کا متقاضی ہے۔ ان ملاقاتوں میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ نزول مسیح کا تو یہی ہے معلوم نہیں کوئی مدعی کیوں نہیں اٹھتا جب براہین احمدیہ کا اشتہار حضرت شاہ صاحب کے پاس کسی طرح سے پہنچا تو انہوں نے میرے برادر بزرگ بابو فضل الدین صاحب کو جو ان دنوں آپ کے سکول کے طالب علم تھے وہ اشتہار دیا اور فرمایا کہ یہ اشتہار اپنے چچا جان کو بھیج دو اور ان کو خوش خبری دے دو کہ جس کا تم انتظار کرتے تھے وہ غالباً آگیا ہے۔ براہین کی قیمت عوام سے ۲۵ روپیہ تھی مگر باوجود اس کے کہ آپ کثیر العیال اور تنخواہ صرف ۴۰ روپیہ ماہوار تھی۔ آپ نے فی الفور کتاب بذریعہ وی پی منگوائی اس کتاب کو دیکھتے ہی آپ کتاب اور کتاب کے مصنف پر ہزار جان سے فدا ہو گئے۔

جماں دادم چند جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

اس وقت آپ نے اپنے فارغ اوقات دعوت الی اللہ کے لئے وقف کر دیئے اور حتی المقدور تقریری اور تحریری طور پر اس فریضہ کی ادائیگی میں تا دم واپسیں مشغول رہے۔ موسمی تعطیلات میں کیریاں تشریف لاتے۔ تو قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ اور چھٹیوں کا اکثر حصہ حضرت صاحب کی صحبت میں گزارتے۔ ۱۸۹۲ء کے سالانہ جلسہ میں اپنے اعزہ وزیر تربیت احباب کی معیت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے آئینہ کمالات ----- میں حاضرین جلسہ کی جو فہرست دی ہے مندرجہ ذیل نام درج ہیں:-

۳۲۳۔ مولوی وزیر الدین صاحب کیریاں ضلع ہوشیار پور۔ ۳۲۴۔ چوہدری کریم بخش صاحب کیریاں ضلع ہوشیار پور۔ ۳۲۵۔ غلام حسین صاحب کیریاں ضلع ہوشیار پور۔ میرے تایا زاد بھائی ۳۲۶۔ میاں میراں بخش صاحب میرے والد بزرگوار۔ ۳۲۷۔ میاں غلام رسول صاحب میرے برادر بزرگ حضرت اقدس کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ نے لالہ ملاوامل کا مکان تین روپیہ ماہوار کرایہ پر لے کر اپنی فیملی کو کیریاں سے قادیان منتقل کر دیا۔ اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بغرض تعلیم قادیان بھیج دیا۔ آپ اردو فارسی اور عربی کے اعلیٰ درجہ کے ادیب تھے۔ اور احمدیت کی تائید میں اخبار الحکم میں مضامین اور نظمیں لکھتے تھے۔

۱۹۰۴ء میں جب کشتی نوح طبع ہوئی تو آپ نے منگوا کر اس پر کاغذ چڑھایا اور اس کاغذ پر چھ سات شعر کی ایک نظم لکھی جس کا پہلا شعر مجھے یاد ہے۔

کشتی نوح است نام ایں کتاب
گر سلامت خواہی از وے او متاب

آپ پابند صوم و صلوٰۃ، تہجد گذار اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ پانچ لڑکیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا تھا۔ اس کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ میرے چچا صاحب اکثر یہ رباعی ورد زبان رکھتے۔

الٰہی تو ہی پاک پروردگار
منم بندۂ عاصی و خاکسار
گنا ہم بہ بخش اے خداوند کریم
کہ ہستی خدائے غفور رحیم

بیوگان کی خبر گیری، یتامیٰ کی پرورش آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اقربا نوازی کی صفت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ خاکسار کے والد محترم کی وفات پر میں اور مجھ سے بڑا بھائی خورد سال رہ گئے تھے۔ ہماری پرورش اور تعلیم بھی چچا جان کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ اور احمدیت کا نور بھی خاکسار کو انہی کی بدولت نصیب ہوا۔ فروری یا مارچ ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایک اشتہار بعنوان "عفت الدیار محلہا و مقامہا" آیا تو آپ نے دکانوں مکانوں پر چسپاں کرنے کے لئے مجھے مامور فرمایا۔ اس اشتہار کو لگائے ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایسا ہولناک زلزلہ آیا۔ جس سے کانگڑہ کا مندر اپنی جگہ سے اکھڑ کر ۲۰۰ فٹ کے فاصلے پر جا گرا۔ اور کانگڑہ کے ضلع میں وہ تباہی اور بربادی ہوئی کہ الحفیظ والامان مگر احمدیت کی برکت سے میں اور چچا جان مع تین مہمانوں کے بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔ آپ کے سکول کے تمام طالب علم اور جملہ اساتذہ کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ حالانکہ وہ مکان جس میں ہم رہتے تھے اور وہ سکول جس کے آپ ہیڈ ماسٹر تھے ہر دو کی بنیادیں تک اکھڑ گئی تھیں۔ زلزلہ کے کچھ عرصہ بعد آپ بیمار ہو گئے آپ کو بھجان پور ٹیرہ سے پہلے قادیان میں اور پھر کیریاں لے جایا گیا جہاں کچھ وقت بعد آپ وفات پا گئے۔ اور کیریاں ہی کے قبرستان میں آپ سپرد خاک ہوئے۔ احباب سے درخواست ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی بلندی درجات کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ لڑکا اور چار لڑکیاں تھیں اور اس وقت جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں ان میں سے کوئی بھی بقید حیات نہیں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جنت میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔

(الفضل مورخہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

ڈاکٹر محمد احمد۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب

والد صاحب میں ایک نمایاں صفت دوستی میں وفاداری کی بھی تھی۔ آپ جہاں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے انتہائی وفادار خادم اور فدائی کے طور پر رہے اور اسی طرح حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاندان کے ساتھ وفاداری اپنی آخری سانسوں تک دکھائی وہاں اپنے بچپن کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور وفاداری کے تعلق کو قائم رکھا۔ چنانچہ جس دوستی اور وفاداری کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ان کے پرانے دوست پرنسپل میڈیکل آفیسر ریاست پٹیالہ جن کا نام لیفٹیننٹ کرنل ڈی۔ ایف ایچ کاون آئی ایم ایس تھا۔ ان کے ساتھ محبت اور وفاداری کا ہے۔ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۴ء تک والد صاحب نے ان کے ساتھ پٹیالہ کے سب سے بڑے ہسپتال راجندر ہاسپٹل میں کام کیا۔ والد صاحب ان کے ساتھ آپریشن روم میں کام کرتے تھے۔ وہ آپ کی ذہانت اور محنت کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں والد صاحب خود آپریشن کرتے تھے۔ جس سے وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے سٹاف کے سامنے کہا کہ:-

"میں نے اپنی ساری زندگی میں ڈاکٹر حشمت اللہ سے بہتر اسسٹنٹ سرجن نہیں دیکھا۔"

والد صاحب نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۴ء تک ان کے ساتھ کام کیا اور دونوں کی آپس میں محبت بڑھ گئی۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ڈاکٹر کاون صاحب کو فوری طور پر انڈین آرمی میں بلایا گیا اور وہاں سے فرانس کے علاقہ میں محاذ پر بھیج دیا۔ والد صاحب نے ان کی اس طرح کی جدائی کو کافی محسوس کیا۔ ان کی بیوی اور بیٹی پٹیالہ میں ہی مقیم تھیں۔ آپ ان کی کوٹھی پر جا کر ان کا ایڈریس لے آئے اور ایک محبت بھرا خط انہیں محاذ جنگ پر ہی بھجوایا۔ وہ والد صاحب کے خط سے بہت خوش ہوئے اور فوراً والد صاحب کو جواب لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ بالکل خیریت سے ہیں یہ وفاداری اور محبت کا تعلق تھا کہ والد صاحب نے ان کی خیریت دریافت فرمائی۔ جب کہ راجندر ہسپتال کے کسی بھی ڈاکٹر نے ڈاکٹر کاون کو کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ یہ خط و کتابت ۱۹۱۸ء تک جاری رہی۔ تا آنکہ حضرت امام جماعت الثانی نے والد صاحب کو قادیان بلا لیا۔ قادیان میں آپ حضرت صاحب کے ہر قسم کے علاج اور دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب حضرت امام جماعت الثانی سفر یورپ پر تشریف لے گئے اور والد صاحب کو آپ کے ہمراہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لنڈن پہنچتے ہی والد صاحب نے کرنل کاون کو انڈین آفس کے ذریعے خط لکھا۔ تیسرے ہی روز کرنل صاحب کا جواب آگیا کہ میں فلاں تاریخ کو لنڈن آرہا ہوں آپ واٹرلو کے سٹیشن پر مجھے ملیں اور میری بیٹی آڈرے بھی ساتھ ہوگی۔ بہر حال پروگرام کے مطابق دونوں کی ملاقات ہوئی اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خاص طور پر کرنل کاون کا دل اس قدر خوش تھا کہ انہوں نے تین چار گھنٹے صرف کر کے والد صاحب کو "ویمبلے" کی ساری نمائش دکھائی۔ اس پروگرام میں ان کی بیٹی آڈرے بھی شامل تھی۔

اس ملاقات کے بعد نہ صرف ڈاکٹر کاون بلکہ اس کی بیٹی آڈرے کے ساتھ بھی والد صاحب نے خط و کتابت جاری رکھی جو مسلسل ۳۶ سال تک جاری رہی حتیٰ کہ ۱۹۵۰ء میں

باقی صفحہ ۶ پر

مواخات کا نمونہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوال۔ سعدؓ ابن الربیع نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمانؓ بن عوف کے ساتھ مواخات کا کیسا نمونہ پیش کیا۔

جواب۔ سعدؓ ابن الربیع نے اپنے سارے مال و متاع کا نصف گن گن کر عبدالرحمانؓ بن عوف کے سامنے رکھ دیا۔ اور جوش محبت میں یہاں تک کہہ دیا کہ "میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں۔ اور پھر اس کی عدت گزرنے پر تم اس کے ساتھ شادی کر لینا" یہ محبت کا بے اختیار اظہار تھا۔ عبدالرحمانؓ بن عوف نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا۔ خدا یہ سب تمہیں مبارک کرے مجھے بازار کا رستہ بتا دو۔ انہوں نے اپنی تجارت شروع کی اور جلد ہی امیر کبیر بن گئے۔ اس کے بعد مدینہ کی ایک انصاری لڑکی سے شادی کر لی۔ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو پوچھا۔ عبدالرحمانؓ مہر کتنا دیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونا" آپ نے فرمایا

"اولم ولو بشاۃ"

"تو اب ولیمہ کی دعوت کرنی ہوگی خواہ ایک بکری کے گوشت کی کیوں نہ ہو۔" یعنی اب حیثیت ایسی نہیں کہ ایک دو دوستوں کو کھانا کھلا کر سمجھو کہ ولیمہ ہو گیا۔ کم از کم ایک بکری کے اندازہ کا گوشت دعوت میں پکنا چاہئے۔

س۔ مواخات کا اثر انصار کی جائیدادوں میں کس حد تک تھا۔ نیز یہ سلسلہ کس لحاظ سے مفید ثابت ہوا۔

ج۔ سلسلہ مواخات کا اثر وراثت تک پر تھا۔ انصار کا فیصلہ تھا کہ اگر کوئی انصاری فوت ہو جائے۔ تو اس کا ترکہ مہاجر بھائی کو بھی ملے۔ یہ سمجھوتہ جنگ بدر تک قائم رہا۔ جس کے بعد یہ طریق وراثت خدا کی وحی کے ماتحت منسوخ ہو گیا اور صرف حقیقی رشتہ دار وارث قرار دیئے گئے مواخات کا یہ سلسلہ کئی لحاظ سے مفید ثابت ہوا۔

(۱) جو پریشانی اور بے اطمینانی مہاجرین کے دلوں میں اس بے وطنی اور بے سرو سامانی کی حالت میں پیدا ہو سکتی تھی۔ وہ اس سے محفوظ ہو گئے۔

(۲) رشتہ داروں اور عزیزوں سے علیحدگی کے سلسلہ میں جس تکلیف کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا وہ ان نئے روحانی رشتہ داروں کے مل جانے سے دور ہو گیا اور اپنے حقیقی رشتہ داروں سے بھی زیادہ محبت حاصل ہوئی۔

(۳) انصار اور مہاجرین کے درمیان جو محبت اتحاد مذہبی، سیاسی اور تمدنی لحاظ سے ان ایام میں ضروری تھا وہ مضبوط ہو گیا۔

(۴) غریب اور بے کار مہاجرین کے لئے ایک سہارا اور ذریعہ معاش پیدا ہو گیا۔

(سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بطرز سوال و جواب شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی)

بقیہ صفحہ ۳

کرتے ہیں، جب لاشعوری تعلقات اچانک شعور میں ابھرتے ہیں تو وہ اوقات ہوتے ہیں جب آپ اپنا جائزہ لے سکتے ہیں اور رب العالمین سے اپنے تعلقات کو یا قائم کر سکتے ہیں یا منقطع کر سکتے ہیں۔ پھر ربوبیت کے دائرے میں بالعموم جیسا کہ آپ سب جانتے ہی ہیں غرباء سے تعلق ہے، خدا کے مصیبت زدہ بندگان کی مصیبتوں کا حل ہے اور اس کے برعکس ایسے افعال ہیں جو منفی اثر پیدا کرنے والے ہیں۔ ایک آدمی اگر ایک غریب سے ہمدردی نہیں کر سکتا تو اس کی ربوبیت کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ افسانوی ربوبیت ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں رب سے محبت کرتا ہوں لیکن حقیقت میں نہیں کیونکہ ویسا بننا نہیں چاہتا لیکن ایک شخص جب ربوبیت سے برعکس تعلقات کسی سے قائم کرتا ہے۔ کسی غریب کا حق مارتا ہے۔ کسی یتیم کے اموال ہضم کرنے لگ جاتا ہے۔ کسی کمزور پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو یہ ربوبیت کی منفی علامات ہیں۔ اب ایسا شخص جب نماز میں (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہتا ہے تو حقیقت میں آسمان سے یہ آواز کیا بن کر اس پر پلٹی ہے' یہ سوال ہے۔ کیا وہ رحمت کے پھول بن کر اس پر برسے گی جیسا کہ آگے رحمان کا ذکر چلا ہے یا برعکس شکل اختیار کرے گی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان کا اپنا عمل ربوبیت سے منفی ہو گا تو یہ آواز کہ (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) ہمیشہ اس پر لعنت بن کر گرے گی اور از خود یہ آواز اس پر رحمت کے پھول برسانے کا موجب نہیں بنے گی۔

(ذوق عبادت اور آداب دعا ص ۵۷ تا ۶۲)

بقیہ صفحہ ۴

گھسیٹتے ہوئے لئے پھرتے تھے۔ مگر وہ نہایت صبر کے ساتھ ان کی سختیوں کو برداشت کرتے۔ اور کبھی یہ خیال دل میں نہ لاتے تھے کہ اپنی جان کو مصیبت سے بچانے کے لئے کسی مداہنت سے کام لیں۔

(۱۳) حضرت زبیر بن عوام جب اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تو آپ کے چچا نے کوشش کی کہ جبر و تشدد کے ذریعہ ان کو ارتداد اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ چنانچہ وہ بدبخت آپ کو ایک چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں پہنچاتا تھا۔

(۱۴) تحمل و شدائد کے ضمن میں باوجودیکہ اس جلد میں صحابیاتؓ کا ذکر مقصود نہیں تاہم حضرت ام شریک کا ذکر کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے جب آپ ایمان لائیں تو ان کے اقارب نے ان کو ایذا دینی شروع کی۔ اور اس کے لئے یہ طریق ایجاد کیا۔ کہ انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ اور اس سخت گرمی کے ساتھ شہد ایسی گرم چیز کھلاتے اور پانی بالکل نہ دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کے حواس مختل ہو جاتے۔ ایسی حالت میں ان سے کہتے کہ اسلام چھوڑ دو۔ مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا سمجھانے کے لئے وہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے۔ تو وہ سمجھ جاتیں کہ توحید کا انکار کرانا چاہتے ہیں۔ مگر آپ جواب دیتیں کہ یہ ہرگز نہ ہو گا۔

صحابہؓ کرام نے دین کی راہ میں شدائد اور مصائب برداشت کئے۔ ان میں ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے۔ اپنے گھربار اور وطن عزیز کے ساتھ تمام عزیز و اقارب حتیٰ کہ مال و اسباب کو بھی چھوڑ دینا بیوی بچوں سے مونہہ موڑ لینا کوئی آسان بات نہ تھی لیکن صحابہؓ کرام نے یہ سب کچھ چھوڑا۔ اور ایسا چھوڑا کہ پھر واپسی کی خواہش بھی ان کے دل میں پیدا نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف اگر کبھی مکہ میں آتے تھے تو اپنے قدیم مکان میں اترنا تک پسند نہ کرتے تھے۔

ہر شخص اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر سوچے۔ تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ کوئی ایک دن کے لئے بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ بیوی بچوں اور ماں باپ عزیز و اقارب دوست احباب اور وطن عزیز سے جدا ہو لیکن صحابہؓ کرام نے خدا تعالیٰ کے لئے ان سب جدائیوں کو گوارا کیا۔ تا کہ اپنے ایمان کو سلامت رکھ سکیں۔

آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے قبل بعض صحابہؓ نے کفار کی ایذا رسانیوں سے نجات کی کوئی راہ نہ دیکھتے ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور وہاں غربت اور غریب الوطنی کی زندگی کو مکہ کی زندگی پر ترجیح دی۔ اور جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ تو پھر بہت سے لوگ وہاں چلے گئے۔ وہاں جا کر ان کو گوناگوں مشکلات کا سامنا ہوا۔ آب و ہوا راس نہ آئی۔ اور کئی بزرگ بخار میں مبتلا ہو گئے صحت برباد ہو گئی کاروبار کا کوئی انتظام نہ تھا۔ گھربار نہ تھے۔ وطن عزیز اور مکہ کی وادیوں میں چشموں اور پہاڑیوں کے نظاروں کی یاد ان کو بے تاب کر دیتی تھی۔ مگر آفرین ہے ان جواں ہمت لوگوں پر کہ اسلام کی راہ میں ان سب مشکلات کو بخوشی برداشت کیا۔ اور زبان سے اف تک نہ کی۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والے جانباز لوگوں کو ظالم و سفاک لوگ سخت دکھ اور اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اس کے لئے طرح طرح کے طریقے ایجاد کرتے رہتے تھے۔ اور ستم پر ستم یہ ہے کہ یہ تکالیف کوئی آنی اور وقتی نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ ان کا سلسلہ بہت لمبا چلتا تھا۔ ایک دفعہ ہی جان دے دینا آسان ہے۔ لیکن مسلسل مظالم کو برداشت کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہر روز نئی موت قبول کی جائے لیکن نوجوان صحابہؓ نے اس موت کو پوری جوانمردی اور جرات کے ساتھ برداشت کیا۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جو کسی اور قوم کو حاصل نہیں۔ چنانچہ صحابہؓ کرام جب شام میں گئے۔ تو ان کے متعلق اہل کتاب کے ایک عالم نے جو رائے ظاہر کی وہ یہ ہے کہ

"عیسیٰؑ ابن مریم کے وہ متبع جو آروں سے چیرے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ ان لوگوں سے زیادہ تکالیف برداشت کرانے والے نہ تھے"۔

(استیعاب جلد ا صفحہ ٦)

بقیہ صفحہ ۵

والد صاحب کی آنکھ میں موتیا اترنا شروع ہو گیا اور پھر ۱۹۵۴ء تک خط و کتابت بند رہی۔

پھر جب ۱۹۵۵ء میں والد صاحب حضرت امام جماعت الثانی کے ہمراہ سفر یورپ پر دوبارہ گئے تو آپ نے کرنل کاون کو خط لکھا اور تیسرے روز ہی اس کا جواب آیا اس دفعہ ڈاکٹر کاون نے آپ کو لکھا کہ آپ کو میرے گھر آنا پڑے گا۔ کیونکہ میں بڑھاپے کی وجہ سے لنڈن نہیں آ سکتا۔ چنانچہ آپ حضرت امام جماعت الثانی سے اجازت لے کر، حضرت صاحب کی کار میں جو خود حضرت صاحب نے عنایت فرمائی تھی "lemdene" (یہ ان کی کوٹھی کا نام ہے) پہنچ گئے۔ جو کہ لنڈن سے ۱۷-۱۸ میل دور تھا۔ یہ ملاقات بھی بہت محبت بھری تھی۔ کرنل کاون اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے والد صاحب سے اردو کی نظم سننے کی خواہش کی چنانچہ آپ نے انہیں اردو کی ایک نظم خوش الحانی سے سنائی اس موقعہ پر آپ نے چند اشعار انگریزی میں کہے جو دونوں کی خوشی اور محبت کا اظہار لئے ہوئے ہیں:-

How happy was the day when I met my old and dear friend

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Down was looking then the sky with eager when we shaok our hands,
here was love and there was love
both the hearts were full of love
Eyes were gazing with eager sight
God was showing his wonderful might

ترجمہ:۔ وہ دن کتنا خوشی کا تھا جب میں اپنے پرانے اور عزیز دوست سے ملا۔ جب ہم نے باہم مصافحہ کیا تو آسمان شوق سے جھک کر دیکھ رہا تھا۔ ادھر بھی محبت تھی اور ادھر بھی۔ دونوں دل محبت سے بھرپور تھے آنکھیں ایک دوسرے کو شوق سے دیکھ رہی تھیں۔ خدا اپنی عجیب قوت کا اظہار کر رہا تھا۔

دو تین گھنٹے کی ملاقات کے بعد والد صاحب واپس آ گئے۔ محبت اور بڑھ گئی اور لنڈن میں عید کے موقعہ پر آڈرے اور اس کے خاوند کو اپنی احمدیہ بیت فضل لنڈن میں بلایا۔ اس پر وہ دونوں بہت خوش ہوئے۔ واپس جاتے ہوئے آڈرے نے کہا اب میں آپ کو اپنے گھر بلاؤنگی اور اپنی کار میں خود لے جاؤں گی۔ چنانچہ چند دنوں بعد وہ لنڈن آئی اور والد صاحب اور میری ہمشیرہ سلیمہ بیگم (بیگم ڈاکٹر صدیقی صاحب) جو ان دنوں لنڈن میں تھیں کو اپنی کار میں اپنے گھر جو لنڈن سے ۲۰۔۲۵ میل باہر تھا لے گئے راستہ میں لنچ کا وقت آ گیا۔ ایک بڑے شاندار ریسٹورنٹ میں اس نے لنچ دیا اور وہاں سے اس کے گھر پہنچے اپنے گھر میں اس نے ایک کمرہ میری ہمشیرہ اور ڈاکٹر صدیقی صاحب کے لئے رکھا تھا تاکہ وہاں وہ چند دن گذاریں۔ چونکہ صدیقی صاحب بیماری کی وجہ سے نہ جا سکتے تھے۔ والد صاحب کو اس نے وہ کمرہ دکھایا والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اور عزیزہ سلیمہ نے اس میں ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا۔

اس کے بعد والد صاحب سفر یورپ سے واپس آئے تو پھر ڈاکٹر کاون اور اس کی بیٹی آڈرے کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھی۔ ان میں سے اکثر خطوط دعوت الی اللہ رنگ کے ہوتے اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آڈرے کے خاوند کی وفات ہوئی تو ڈاکٹر کاون نے اس کی اطلاع والد صاحب کو دی۔

فروری ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر کاون کی وفات پر آڈرے نے بذریعہ کیبل گرام والد صاحب کو اطلاع دی۔ تو والد صاحب نے بھی بذریعہ کیبل گرام اس کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔ اور اس کو تسلی آمیز خط لکھا۔ اور صبر کی تلقین کی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد اس نے آپ کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھی کیونکہ وہ والد صاحب کے خطوط میں بہت کچھ تسلی پاتی تھی اور انہیں اپنے لئے بمنزلہ باپ کے سمجھتی تھی۔

۱۹۶۱ء میں ہی اس نے خود آکر والد صاحب کو ذاتی طور پر ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء کو وہ لنڈن سے پانچ چھ ہزار میل کا سفر کر کے صرف اور صرف والد صاحب کی ملاقات کی خاطر پاکستان آئی۔ کسی جگہ کی سیر یا تفریح کرنے کی اس نے خواہش ظاہر نہ کی۔ والد صاحب کی اس سے شفقت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ جس وقت اس نے خط کے ذریعہ پاکستان آنے کی اطلاع دی تو والدہ صاحبہ سخت بیمار تھیں۔ کہ ان کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی والد صاحب نے رو رو کر اپنی نیم شبی دعاؤں میں والد صاحب کی صحت اور زندگی کے لئے دعا مانگی تاکہ ان کی انگریز بیٹی ان سے آکر مل لے اور ماں کی شفقت اسے حاصل ہو۔ خدائے رحیم و کریم نے والد صاحب کی عاجزانہ دعاؤں کو سنا اور والدہ صاحبہ کو صحت اور نئی زندگی عطا کی والد صاحب نے اس کی ربوہ میں مہمان نوازی کے بہت کچھ انتظامات کئے۔ ۲۱ دسمبر کو جب وہ پہنچی تو والد صاحب نے خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے چند افراد کی دعوت طعام کا اہتمام کیا۔ جس میں ان کا تعارف کروایا۔ والد صاحب کی شدید خواہش تھی کہ اس کا خاتمہ دین حق پر ہو۔ اور وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے۔ چنانچہ جتنا عرصہ اس نے ربوہ میں قیام کیا آپ اسے دعوت الی اللہ کے خط روزانہ لکھ دیتے اور اس کے لئے دعائیں بھی کرتے۔ احباب دعائیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کلمہ پڑھ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۶۷ء)

ضروری اعلان

○ قواعد وصیت کا قاعدہ نمبر ۵۲ تبدیل ہو گیا ہے۔ تبدیل شدہ قاعدہ کے مطابق ایسے موصی صاحبان/ موصیات جو اپنی جائیداد کا حصہ جائیداد ادا کر کے سرٹیفکیٹ لے چکے ہیں ان کو بھی اپنی جائیداد کی آمد سے حصہ آمد بشرح ۱/۱۶ ادا کرنا لازمی ہوگا۔ (آمد از کرایہ مکان، دوکان، زرعی زمین وغیرہ) ترمیم شدہ قائد نمبر ۵۲ یہ ہے۔

"جس جائیداد کا حصہ جائیداد سو فیصدی ادا کر دیا گیا ہو اس پر حصہ آمد بشرح چندہ عام کی ادائیگی لازمی رہے گی"۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

عطیۂ خون
خدمت بھی
عبادت بھی
(ایڈیشنل ناظم خدمت خلق۔ ربوہ)

اطلاعات و اعلانات

نکاح

○ مکرم چوہدری نور الرحمان احمد صاحب پسر چوہدری محمد سلمان اختر صاحب حال جرمنی کا نکاح ہمراہ محترمہ امتہ القیوم صاحبہ بی اے بنت مکرم چوہدری ذکاء اللہ صاحب واہلہ چک نمبر ۸۸ شمالی ضلع سرگودھا سے بعوض مبلغ پچاس ہزار روپیہ مہر پر محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے بیت اقصیٰ ربوہ میں مورخہ ۱۱۔ مارچ ۱۹۹۴ء کو قبل خطبہ پڑھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس نکاح کو فریقین کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

ولادت

○ مکرم چوہدری خورشید احمد صاحب ربوہ ابن مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب دار البرکات کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضرت صاحب نے ازراہ شفقت اس کا نام ولید وحید احمد عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچے کو نیک صالح اور خادم دین بنائے۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم چوہدری غلام حسین صاحب آف چک نمبر ۳۹ ضلع خوشاب ۹۴-۶-۲۸ کو بوقت ساڑھے دس بجے قبل دوپہر بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بیت مبارک میں پڑھائی اور احاطہ بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔

این ڈبلیو ڈی کوڈ میں تبدیلی

○ ڈگری، جھڈو، کنری اور کوٹ غلام محمد کا این ڈبلیو ڈی کوڈ ۲۰۔ جون ۱۹۹۴ء کی آدھی رات سے درج ذیل طور پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ڈگری	023221
جھڈو	023231
کنری	023651
کوٹ غلام محمد	023041

اعلان دار القضاء

○ (مکرمہ زیب النساء صاحبہ بابت ترکہ خواجہ غلام نبی گلکار صاحب)

مکرمہ زیب النساء صاحبہ بیوہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار مکان نمبر 386/A گلی نمبر ۲۰ موھن پورہ راولپنڈی نے درخواست دی ہے کہ ان کے شوہر مکرم خواجہ غلام نبی صاحب ۱۷ جولائی ۱۹۷۳ء میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کے نام قطعہ نمبر ۶/۲۲ دار النصر برقبہ ۱۳ مرلے ۲۶۹ فٹ الاٹ شدہ ہے۔ اب میری صحت بھی بہت خراب ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ یہ قطعہ اراضی میرے پوتے عزیزم خواجہ سلطان احمد صاحب ولد خواجہ ارشاد احمد صاحب کے نام منتقل کر دیا جائے۔

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر کوئی اعتراض ہو تو تیس (۳۰) یوم کے اندر دار القضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دار القضاء۔ ربوہ)

قد کا بڑھنا اور جسمانی نشوونما ممکن ہے

اگرچہ قد و قامت کا انحصار خوراک آب و ہوا اور خاندانی قد و قامت پر ہے تاہم قد کے چھوٹا رہنے کی ایک اہم وجہ نشوونما والے ہارمونز پیدا کرنے والے غدودوں کے فعل میں خرابی بھی ہے۔ مؤثر ہومیوپیتھک ادویات سے بفضلہ تعالیٰ ان خرابیوں کو دور کر کے جسم کی قدرتی نشوونما کو برقرار کیا جا سکتا ہے۔ قد بڑھنے کی عمر لڑکوں میں قریباً ۱۹ سال تک اور لڑکیوں میں تقریباً ۱۷ سال تک ہے لہٰذا چھوٹے قد کا علاج اطفال کی عمر میں ہی زیادہ مفید اور مؤثر ہے۔

چھوٹا قد کورس: قیمت ۱۲۵/ چھوٹے قد جسم کی کمزوری اور رکی ہوئی نشوونما کیلئے

علاوہ ازیں صحت کی عمومی بہتری کیلئے مندرجہ ذیل دوائیں مفید ہیں

● ٹانک ڈراپس: قیمت ۴۰/ روپے اعصاب دماغ اور جسم کی تقویت کیلئے مؤثر ٹانک
● ایپی ٹائزر کیپسولز قیمت ۱۵/ روپے بھوک بڑھا کر غذا کو جزو بدن بنانے کیلئے
● کمزوری جسم کورس قیمت ۱۲۵/ روپے تازہ خون پیدا کر کے وزن بڑھاتا اور صحت و توانائی میں اضافہ کرتا ہے۔

کیور ہومیو ٹیکس (ڈاکٹر راجہ ہومیو کمپنی گولبازار ربوہ)
فون: 04524-771 , 04524-21128
فیکس: 04524-212299

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ : 4- جولائی-1994ء
کل ربوہ میں ہلکی بارش ہوئی۔
درجہ حرارت کم ازکم 27 درجے سنٹی گریڈ
اور زیادہ سے زیادہ 38 درجے سنٹی گریڈ

○ ○ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو نے کہا ہے کہ صدیوں سے بے گھر ۳۰ لاکھ افراد کو اسی ماہ حقوق ملکیت دے دیے جائیں گے۔ اور وہ بے گھر افراد کو بلامعاوضہ حقوق ملکیت عطا کرنے کے فلاحی پروگرام کا افتتاح خود کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ بے گھر خاندانوں کے سربراہ اور افراد خانہ کے کوائف پر مشتمل کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ تیار کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ۱۸۔ ہزار غیر کالونی دیہات میں بھی مالکانہ حقوق دینے کے لئے آرڈی ننس کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔

○ پنجاب، صوبہ سرحد اور سندھ میں مون سون کی بارشیں شروع ہو گئی ہیں اور ملک بھر میں دور دور تک موسلادھار بارشیں ہو رہی ہیں۔ راولپنڈی کا ۷۰۔ فیصد نشیبی علاقہ زیر آب آگیا۔ لئی میں پانی پل کے اوپر سے گزر گیا۔ اور نظام زندگی درہم برہم ہو گیا۔ بڑی تعداد میں مکانات گر گئے۔ بجلی کی فراہمی معطل ہونے سے کراچی تاریکی میں ڈوب گیا۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو نے کہا ہے کہ فرقہ واریت کے ذریعے دہشت گردی پھیلانے والوں کو سختی سے کچل دیا جائے گا۔ کسی کو کسی فرقے کے خلاف پراپیگنڈہ نہیں کرنے دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ کفر کے فتووں کی رسم ختم ہونی چاہئے۔ انہوں نے بتایا کہ جونیجو لیگ اور پیپلز پارٹی کا اتحاد موجودہ اسمبلیوں کی موجودگی تک برقرار رہے گا۔

○ معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے پیپلز پارٹی کی قیادت کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے بلدیاتی انتخابات مارچ تک مؤخر کرنے پر اصولی طور پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہائی کورٹ سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو نے گورنر چوہدری الطاف حسین کو یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ حکومتی امور پیپلز پارٹی کے ارکان کی مشاورت سے چلائیں گے۔ انہوں نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی اور معاملات کو افہام وتفہیم سے چلانے پر تبادلہ خیالات کیا۔ دونوں رہنماؤں نے اختلافی خبروں کو ڈس انفرمیشن قرار دے دیا۔

○ قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ آغا سید حامد علی موسوی نے زنجیر زنی کے خلاف ایرانی فتویٰ کی حمایت کی ہے۔ اور کارکنوں کو ہلاکت میں ڈالنے والی یہ رسم روکنے کی ہدایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے دنیا ہمیں توہم پرست کہے۔

○ وزیر قانون سید اقبال حیدر نے کہا ہے کہ وفاقی کابینہ نے توہین رسالت قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک جدید اسلامی ریاست ہے اور موجودہ حکومت مذہبی انتہاپسندی بالکل نہیں چاہتی۔

○ جمہوری وطن پارٹی کے سربراہ اور قومی اسمبلی کے رکن نواب اکبر بگتی نے کہا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا واحد حل کمیٹیوں کا قیام نہیں جنگ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فی الحال نواز شریف سے کوئی اتحاد نہیں ہوا۔

○ مسلم لیگ (ن) حکومت کے خلاف تحریک چلانے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور اس سلسلے میں نواز شریف ۲۲ اور ۲۹ جولائی کو حیدر آباد اور کراچی کے جلسوں سے خطاب کریں گے۔

○ دریائے چناب میں اچانک پانی کا ریلا آ جانے سے متعدد دیہات پانی میں ڈوب گئے۔ اور کھڑی فصلیں زیر آب آگئیں۔ چنیوٹ کے نزدیک نئے پل کی تعمیر کا کام بھی سیلاب کی وجہ سے رک گیا۔

○ امریکی سینیٹ کی تخصیص کمیٹی نے مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی صورت حال پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی صورت حال گزشتہ سال کے مقابلے میں خراب ہوئی ہے۔ گم شدگیوں، تشدد اور عدالتوں سے بالا پھانسیوں میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ کمیٹی نے مطالبہ کیا ہے کہ بھارت بغیر کسی الزام کے نظر بند کشمیری راہنماؤں کے مقدمات جلد نمٹائے۔

○ بی بی سی کے مطابق پاکستان روس سے ہوائی جہاز، ٹینک اور دیگر دفاعی ساز و سامان خریدنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں سردار آصف روس کے دورہ میں کئی سمجھوتوں کو آخری شکل دیں گے۔ پاکستان کو فوجی ساز و سامان کی اشد ضرورت ہے ہو سکتا ہے کہ پاکستان نقد ادائیگی کر کے اسلحہ خریدے۔

○ پاکستان مسلم لیگ (ن) ۵۔ جولائی کو یوم نجات منائے گی۔ بڑے شہروں میں جلسے ہوں گے۔ تمام ضلعی تنظیموں کو اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ یہ یوم نجات ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کی یاد میں منایا جائے گا۔ جب اس دن قوم کو ذوالفقار علی بھٹو سے نجات ملی تھی۔

○ معلوم ہوا ہے کہ صدر سردار فاروق لغاری کے خلاف مالی بدعنوانیاں کے الزامات میں شدت آنے کے ساتھ ہی حساس اداروں کے اراکین نے بعض سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے کچھ رہنماؤں سے بھی خصوصی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔

○ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر قاضی حسین احمد نے سرائیوو میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کو چاہئے کہ بوسنیا پر یک طرفہ پابندیاں ختم کرے انہوں نے مزید کہا کہ بوسنیا کے عوام کو اسلامی ممالک کی مدد اور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

○ لاہور ہائی کورٹ میں گورنر پنجاب چوہدری الطاف حسین کی دوبارہ تقرری کے خلاف آئینی درخواست پر سماعت کے دوران مدعاعلیہ گورنر پنجاب کے وکیل شریف الدین پیرزادہ نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ جو ایک بار گورنر بننے کا اہل ہے دوسری بار بھی بن سکتا ہے۔ سرکاری اور آئینی عہدوں میں فرق ہے۔

○ مہران بینک اور حبیب بینک کے معاملات کی تحقیقات کرنے والے عدالتی کمیشن نے فیصلہ کیا ہے کہ کمیشن ان معاملات کی کھلی سماعت کرے گا۔ کمیشن نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ پہلے مہران بینک سکینڈل کی تحقیقات ہو گی۔ کمیشن نے بینک انتظامیہ کو فنڈز جمع کرانے والے اداروں اور افراد کے نام مہیا کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔

○ وائس آف امریکہ نے بتایا ہے کہ پاکستان روس اور یوکرائن میں کشیدگی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ تجزیہ کار سردار آصف کے دورہ یوکرائن کو روس سے بھی زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ اس دورے میں دونوں ملکوں کے درمیان اہم دفاعی تعاون کی داغ بیل ڈالی جائے گی۔ پاکستان ایٹمی بجلی گھروں کی تعمیر کے لئے فنی امداد کی بھی درخواست کرے گا۔

○ سات قومی ہاکی ٹورنامنٹ میں پاکستان نے آسٹریلیا کو ۷، ۲ سے ہرادیا۔

○ کشمیری مجاہدین نے ایک بھارتی فوجی قافلے پر حملہ کر کے ۲۲ بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے۔ دریں اثنا بھارتی فوج نے ظالمانہ کارروائیوں میں ایک زیر حراست شہری سمیت ۷۔ افراد شہید اور ۱۲۔ زخمی کر دئے۔

○ افغانستان میں حکمت یار اور جنرل دوستم کے طیاروں کی صدارتی محل کے قریب بمباری سے ۴۔ افراد ہلاک اور ۶۰ زخمی ہو گئے۔

○ شمالی اور جنوبی کوریا میں سربراہوں کی ملاقات پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔

○ بی بی سی کے مطابق بھارتی وزیر اعظم نرسیمہاراؤ مسئلہ کشمیر پر روس کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

○ لاؤڈ سپیکر پر پابندی کی خلاف ورزی پر لاہور میں ۳۲۔ خطیبوں کے خلاف مقدمے درج کرائے جا چکے ہیں اور ایمپلی فائر اور دیگر سامان قبضہ میں لے گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر لاہور نے کہا ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر پابندی کی خلاف ورزی کے خلاف مہم جاری رہے گی اور خلاف ورزی پر سخت کارروائی ہو گی۔